اداریہ

دو اڑھائی ماہ پہلے لاہور کی ایک نواحی بستی جیا بگا افغاناں میں مبیّنہ طور پر پولیس نے چوری کے الزام میں دو افراد -- بابو مسیح اور معشوق مسیح -- کو گرفتار کیا۔ دس دن تک اُنہیں پولیس چوکی میں بٹھائے رکھا گیا، اور ایک رات "معشوق مسیح کی دو بہنوں کو گرفتار کر کے چوکی میں لایا گیا اور اُنہیں برہنہ رقص کرنے پر مجبور کیا گیا۔ صبح ہونے پر اُن سے ایک سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگوا کر چھوڑ دیا گیا۔" (روز نامہ جسارت، کراچی - ۵ اگست ۱۹۹۲ء)

اِس سانحہ کی جتنی مذمّت کی جائے، کم ہے۔ ہر شہری کا بلا اختلافِ مذہب یہ بنیادی حق ہے کہ اُس کی جان اور مال کی طرح اُس کی عزت و ناموس بھی محفوظ رہے اور وہ افراد جو کسی کی عزت و ناموس سے کھیلنے کے گھناؤنے جُرم کے مرتکب ہوں، اُنہیں قرار واقعی سزا ملے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں خود پنجاب پولیس کے اعلیٰ افسران کا قانونی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کے بعد جُرم ثابت ہونے پر مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں پس و پیش نہ کریں۔

اس سانحہ پر "پاکستان کے اقلیتی اور مسیحی عوام کے ترجمان" پندرہ روزہ "شاداب" (لاہور) نے ایک صفحے کی تحریر شائع کی ہے۔ جس میں مضمون نگار نے لکھا ہے کہ

> "میں نے پڑھا تھا کہ ہم سستا اور جلد انصاف لوگوں کے دروازوں تک پہنچا دیں گے۔ لیکن ان پاکستان کی بیٹیوں کو یہ انصاف شاید حکمرانوں کے محلوں تک جا کر بھی نہ ملے --- مسیحیوں کی بیٹیوں کو پاکستان کی بیٹیاں نہیں سمجھا جاتا اور انہیں زبردستی برہنہ کر کے سگے بھائی کے سامنے ناچنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔" (شاداب، ۳۱ جولائی ۱۹۹۲ء)

دُکھے دل اور بے بسی کی اِس پکار پر کان دھرنے کی ضرورت ہے مگر ایسے مسلم - مسیحی تعلقات کے تناظر میں دیکھنے سے پہلے راولپنڈی کی آسیہ ایوب اور ملتان کی اللہ وسائی کے ساتھ سلوک کو بھی پیشِ نظر رکھ لیا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔

مظلوم طبقوں کے "حق پرست ساتھی" ہونے کے دعویدار ماہنامہ "ساون" (لاہور) نے اپنے قارئین کو جیا بگا افغاناں کے واقعے کی خبر ان الفاظ میں دی ہے۔

> "فرزندانِ اسلام کا مقدّس امانت کے ساتھ تاریخ ساز حسنِ سلوک۔ پولیس سگے بھائیوں کے سامنے مسیحی قوم کی دو بیٹیوں کو نچواتی رہی۔"

خبر کے پہلے حصّے میں جس طرح مسلم معاشرے پر طنز کیا گیا ہے۔ کاش! لکھنے سے پہلے مدیر

"ساون" نے اس پر غور کیا ہوتا۔ وہ لوگ جو مبیّنہ طور پر غیر انسانی حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں، اُنہیں "فرزند اسلام" کہا گیا ہے اور پھر "مسیحی بیٹیوں" کے ساتھ زیادتی کو "حُسن سلوک" لکھ کر مسلمانوں کی دلآزاری کی گئی ہے۔ ساون (لاہور) کا یہ اندازِ تحریر اُس وقت مزید قابل افسوس بن جاتا ہے، جب یہ بات پیش نظر رہے کہ ایک مسلمان وکیل جناب سیف الحق ضیائی نے مقدمہ درج کرانے میں معشوق مسیح کی مدد کی مگر "مظلوم" مشعوق مسیح کی امداد کرنے والے مسلمان وکیل کو "فرزندِ اسلام" کہنے سے اجتناب برتا گیا۔

بلاشبہ مسلمان معاشروں میں بسنے والے غیر مسلموں کی عزت و ناموس کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے مگر اقلیتی قلم کاروں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ معاملات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں اور "ظالم" و "مظلوم" کو "مسلم" اور "غیر مسلم" کے حوالے سے دیکھنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ مظلوم چاہے وہ کوئی ہو، مسلمانوں کو اس کا ساتھ دینے کا حکم ہے اور ظالم چاہے وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو، اُس کے خلاف کھڑے ہوجانا ہی اسلام کی روح ہے۔